سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۷۲

جزیرہ ری یونین کا ایک عظیم الشان وعظ

گلشن اقبال کراچی پاکستان

فہرست

صفحہ	عنوان
۵	صحبت اہل اللہ کی اہمیت
۵	عورتوں کے لیے معیت صادقین کا طریقہ
۸	گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے
۹	پردہ مرد و عورت دونوں پر واجب ہے
۱۱	اولیاء اللہ کا میٹیریل
۱۲	اِصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے
۱۳	شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو
۱۴	گناہوں سے بچنے کی ہمت صحبتِ صالحین سے ملتی ہے
۱۵	دعائے سفر کی عجیب و غریب تشریح
۱۶	اچھی اور بری صحبت کے اثرات
۱۶	کفار سے ترکِ موالات
۱۹	ایک جھوٹے نبی کا واقعہ
۲۱	حضرت وحشی کے اسلام کا واقعہ
۲۴	بندوں سے اللہ کی محبت کے معنی
۲۶	بندوں پر اللہ کی محبت کے آثار
۲۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبت کا مقام
۲۹	بزرگی کا معیار
۳۰	عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟
۳۳	شیخ سے استفادہ بیان پر موقوف نہیں
۳۳	شیخ سے والہانہ تعلق کی مثال
۳۵	مجالسِ اہل اللہ کی اہمیت

نامِ وعظ : نگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت کا مقام

نامِ واعظ : عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب

دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة

تاریخِ وعظ : ۲۳/اگست ۱۹۹۳ء دوشنبہ

وقت : بعد عشاء ۹ بجے شب

مقام : خانقاہ ری یونین سینٹ پیئر، جزیرہ ری یونین

موضوع : اللہ و رسول سے محبت کی اہمیت

مرتب : یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)

کمپوزنگ : سید عظیم الحق ا۔جے ۶۷/۳، مسلم لیگ ہاؤس، ناظم آباد نمبر ۱۔ ٦٦٨٩٣٠٠

اشاعت اوّل : رجب ۱۴۲۹ھ

تعداد : ۱۰۰۰

ناشر : کُتُب خَانَہ مَظہَرِی

گلشن اقبال-۲ کراچی، پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نگاہِ نبوت میں محبت کا مقام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

صحبت اہل اللہ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور دوستوں کو جو تعلق عطا فرماتے ہیں وہ تعلقِ خاص موقوف ہے صحبت پر۔ کوئی کتنا ہی علامہ اور قابل ہو لیکن اگر اس کو اہل اللہ کی صحبت نہ ملے تو اہل اللہ نہیں ہوسکتا۔ علم کے باوجود کہیں نہ کہیں نفس کی شرارت داخل ہوجائے گی، اس لیے دین کو اللہ تعالیٰ نے صحبت پر موقوف رکھا ہے۔ ایک لاکھ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ایک لاکھ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بھی پیدا ہوجائیں لیکن قیامت تک صحابی نہیں ہوسکتے، اس لیے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا آفتاب اور بلب جتنے کروڑ ملین پاور کا تھا اب اس پاور کا کوئی بلب دنیا میں قیامت تک نہیں مل سکتا لہٰذا اب کوئی صحابی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ہمارے اکابر کا یہ جو سلسلہ ہے کہ مختلف شہروں میں اور ملکوں میں جانا، کچھ دن وہاں قیام کرنا مجلسیں کرنا یہ حقیقت میں اسی صحبت پر عمل ہے۔

عورتوں کے لیے معیت صادقین کا طریقہ

اسی بہانہ سے مستورات کو پردوں سے آواز تو پہنچتی ہے یہ بھی ایک قسم

کی صحبت ان کو حاصل ہے۔ یعنی مرد کا مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ نبی کو دیکھ لے تو صحابی ہوگیا، اگر اندھا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو بھی صحابی ہوگیا حالانکہ اس نے خود نہیں دیکھا جیسے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نے کہاں دیکھا تھا نابینا تھے لیکن حالت ایمان میں اگر خود نہ بھی دیکھ سکے لیکن نبی اس کو دیکھ لے تو وہ بھی صحابی ہوجاتا ہے۔ عورتیں اگر چہ اپنے شیخ کو نہ دیکھیں کیونکہ ان کے لیے پردہ کا حکم ہے لیکن شیخ کی آواز سن لیں اور اس مجلس میں ان کا موجود رہنا یہی ان کا صحبت یافتہ ہوجانا ہے۔ اس لیے وہ بھی صحابیات ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی بغیر دیکھے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظِ نبوت کی سماعت کی، سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عہدِ نبوت پایا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی۔ نہ نبی نے ان کو دیکھا نہ انہوں نے نبی کو دیکھا لیکن وہ صحابیات ہیں یا نہیں؟ تو یہ صحبت کا طریقہ جو ہمارے اکابر کا چلا آرہا ہے، یہ میرا سفر ری یونین اور مولانا داود کا یہ سب انتظام کرنا خانقاہ وغیرہ کا سب کا حاصل صحبت ہے کہ اپنے بزرگوں کی صحبت مل جائے، اکابر کی صحبت مل جائے، اگر اکابر نہ ہوں تو ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی کافی ہے۔ اگر دہلی کے حکیم اجمل خان اب زندہ نہیں ہیں لیکن اگر آپ کو معلوم ہوجائے کہ فلاں صاحب دس سال حکیم اجمل خان کے ساتھ رہے ہیں تو آپ ان پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔ بس یہی مسئلہ ہے، اب ظاہر بات ہے کہ اکابر تو چلے گئے لہٰذا ان کے صحبت یافتہ کی صحبت بھی مل جائے تو اس کو غنیمت سمجھو اور اس کی برکت ایسی ہوتی ہے کہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہما ان دونوں کے ہاتھوں پر دو خواتین بیعت ہوئیں جو پہلے بہت گنہگار زندگی گذارتی تھیں اور بیعت ہوئیں کپڑے سے، پردہ سے انہوں نے انہیں نہیں دیکھا۔ لیکن ان کی باتیں سنتی رہیں، نصیحتیں سنتی رہیں یہاں تک کہ جب جہاد کا ان بزرگوں نے اعلان کردیا کہ بھئی اب چلنا

ہے بالاکوٹ اور سکھوں سے جہاد کرنا ہے، تو جب حضرت سید احمد شہید اور سید اسماعیل شہید چلے تو یہ دونوں رونے لگیں کہ ہم کو توبہ کرا کر آپ کہاں جا رہے ہیں اب ہم کس سے دین سیکھیں گی؟ لہٰذا ہمیں بھی لے چلو تو سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید نے فرمایا کہ تم لوگ کیا کروگی وہاں چل کر؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنے شوہروں کے ساتھ جائیں گی اور میدانِ جہاد کے پہاڑوں کے دامن میں جہاں ہمارا خیمہ ہوگا رات بھر مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے چنا دلیں گی، چکی چلائیں گی جبکہ یہ پہلے بہت مالدار تھیں، پھولوں پر سونے والی، لہٰذا جب جہاد شروع ہوا تو بالاکوٹ کے پہاڑوں کے دامن میں ان کے خیمے لگے، رات بھر چکی چلانے سے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے، کیونکہ یہ کام کبھی کیا نہ تھا، دلّی کے ایک آدمی نے پوچھا کہ اے میری بہنو! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں، آپ لوگ پہلے بہت مالدار تھیں پھولوں پر سونے والی تھیں نوکر چاکر تھے، اور تمہاری زندگی آزادی کی تھی، نہ روزہ نہ نماز گنہگار زندگی تھی، کیا تم کو اب اس میں مزہ آرہا ہے کہ پھولوں کے بجائے بالاکوٹ کی کنکریوں پر سو رہی ہو، اور ہاتھوں میں بجائے پلاؤ بریانیوں کے چھالے پڑ گئے ہیں تو ان دونوں نے جو کہا اور اس کو مجھے سنایا حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میں وہ الفاظ نقل کرتا ہوں، حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ ہیں مگر مشائخِ چشتیہ کے بھی شیخ ہیں، ہمارے شیخ مولانا ابرار الحق صاحب نے بھی ان کو اپنا شیخ بنایا تھا۔ تو بطورِ نعمت کے عرض کرتا ہوں کہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا شاہ فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کے خلیفہ ہیں، اور بارہ سال تک اپنے شیخ کی صحبت میں رہے ہیں، سر سے پیر تک عشق الٰہی کی آگ بھری ہوئی تھی۔ ان کی صحبت میں میں تین سال رہا ہوں۔ جب میں سولہ سال کا تھا تو تین برس تک روزانہ مسلسل ان کی

صحبت اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ عصر تک تو میں کالج میں حکمت پڑھتا تھا، عصر کے بعد رات گیارہ بجے تک حضرت کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ تو میں نقشبندی بزرگوں کا بھی صحبت یافتہ ہوں اور صرف صحبت یافتہ ہی نہیں بلکہ مجازِ بیعت بھی۔ حضرت نے مجھ کو اور میرے شیخ کے داماد حکیم کلیم اللہ صاحب کو مجاز بیعت بنایا ہے۔ مولانا کے حالات بھی چھپ کے آئے ہیں۔ اس میں اس فقیر کا بھی مجازین میں تذکرہ ہے۔

تو حضرت نے جو مجھ کو سنایا وہ میں آپ کو سنا رہا ہوں کہ جب ان دو عورتوں سے مجاہدین میں سے کسی نے پوچھا کہ میری بہنو! تم کو یہاں کنکریوں پر سونے کو مل رہا ہے اور تم دلّی کے مالدار گھرانے کی ہو، اور رات بھر چکی چلانے سے تمہارے ہاتھوں میں چھالے پڑے ہوئے ہیں تو یہ زندگی تم کو مزیدار معلوم ہوتی ہے یا دلّی میں جو عیش کی تھی، غفلت کی تھی؟ ان دونوں نے جو جواب دیا وہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے مجھ کو سنایا، ان دونوں نے یہ کہا کہ سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید ان دو بزرگوں کے ہاتھوں پر جب سے ہم بیعت ہوئے اور پردہ کے ساتھ ان کی نصیحتیں سنی گویا ان کی صحبتیں ملی، اور ان کنکریوں پر سونے کی تکلیف اٹھانے سے اور مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے رات بھر چکی چلانے سے ان دونوں بزرگوں کی دعاؤں کے صدقے میں ہم کو ایسا ایمان اور یقین عطا ہوا ہے کہ اگر ہمارا ایمان ہمارے قلب سے نکال کر بالاکوٹ کے ان پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو یہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے اور برداشت نہیں کرسکیں گے۔

گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے

آہ! اللہ ایسے نہیں ملتا۔ مجاہدے سے ملتا ہے، تکلیف اٹھانے سے ملتا ہے۔ جو ظالم ذکر کے مزے سے مست رہے لیکن جہاں عورتیں سامنے آگئیں اب وہاں فیل ہوگیا اور اللہ سے دور ہوگیا کیونکہ حرام لذت کے مقابلے میں وہ

اللہ کو ترجیح نہیں دے رہا ہے، اپنے نفس کو آگے بڑھا رہا ہے۔ آپ سے میں پوچھتا ہوں کیا یہ شرافت محبت ہے کہ رات کو تہجد پڑھی اللہ سے روئے لیکن جب گناہ کا موقع آیا تو وہاں خدا یاد نہیں رہا۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ گناہ چھوڑنے کا مجاہدہ اصل مجاہدہ ہے یعنی اپنی آنکھوں کو نامحرموں سے بچانا، جھوٹ سے بچنا ہر نافرمانی سے بچنا غرض جتنی چیزیں شریعت کے خلاف اس وقت رِی یونین کے معاشرہ میں ہیں ان میں خاص کر عورتوں کا بے پردہ گھومنا بھی شامل ہے۔

پردہ مرد وعورت دونوں پر واجب ہے

حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی جب آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہاں دو بیویاں حضرت میمونہ اور حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِحْتَجِبَا اے میری بیویو! پردہ کرلو تو ہماری ان دونوں ماؤں نے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دونوں بیویوں نے عرض کیا:

﴿اَلَیْسَ ھُوَ اَعْمٰی لَا یُبْصِرُنَا وَلَا یَعْرِفُنَا﴾

(سنن ابی داؤد باب فی قوله عز و جل و قل)

کیا عبداللہ ابن مکتوم نابینا نہیں ہیں وہ ہم کو کیسے دیکھیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿اَفَعَمْیَاوَانِ اَنْتُمَا اَلَسْتُمَا تُبْصِرَانِهٖ﴾

(سنن ابی داؤد باب فی قوله عز و جل و قل)

کیا تم دونوں بھی نہیں دیکھتی ہو؟ کیا تم بھی اندھی ہو؟ کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ جب اللہ نے اپنے معصوم پیغمبر کی پاکیزہ بیویوں کو حضرت عبداللہ ابن مکتوم جیسے صحابی سے پردہ کرایا تو ہم جیسے ناپاکوں کا کیا منہ ہے کہ تقدس کا دعویٰ کریں۔ پردہ

دونوں طرف سے واجب ہے، نہ مسلمان مرد عورت کو دیکھے نہ مسلمان عورتیں مردوں کو دیکھیں، اسی لیے ٹیلی ویژن حرام ہے کہ ٹیلی ویژن پر ایک مرد خبریں سنا رہا ہے اور عورتیں بیٹھی دیکھ رہی ہیں اور نامحرم عورتوں کو مرد دیکھ رہے ہیں۔ ادھر حاجی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ادھر حجن صاحبہ بیٹھی تسبیح لیے پڑھ رہی ہیں اور غیر محرم مردوں کو دیکھ رہی ہیں اور حاجی صاحب بھی ہر سال حج کر کے ٹیلی ویژن پر خواتین سے خبریں سن رہے ہیں۔ کان ہی سے نہیں آنکھوں سے بھی سنتے ہیں، جو شخص ٹیلی ویژن پر خبر سنتا ہے وہ کان سے بھی سنتا ہے آنکھ سے بھی سنتا ہے یعنی آنکھ سے دیکھتا رہتا ہے کہ یہ عورت کیسے مٹک مٹک کر خبر سنا رہی ہے، کیا لچک ہے کیا الفاظ کو چبا چبا کر بیان کرتی ہے۔ یہ مشق کرتی ہیں کہ ایسا بولو کہ مرد پاگل ہو جائے جبکہ حکم ہے:

﴿لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾

(احزاب: آیت ۳۲)

یعنی اپنی فطری نرم آواز کو بھاری کر کے بولو ورنہ جن کے دل میں مرض ہے وہ طمع کریں گے، لالچ کریں گے گناہ کے خیالات شروع ہو جائیں گے۔ خیر القرون کا زمانہ ہے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں قرآن کا نزول ہو رہا ہے، جبرئیل علیہ السلام کی آمد و رفت ہو رہی ہے صحابہ جیسی مبارک ہستیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی اگر اچانک نظر پڑ جائے تو معاف ہے لیکن خبردار دوسری نظر مت ڈالنا:

﴿لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَاِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ﴾

(مشکوٰۃ ص: ۲۶۹)

پہلی نظر معاف ہے کیونکہ اچانک ہے لیکن دوسری نظر حرام ہے۔ آج کل کی عورتیں اور مرد دونوں کہتے ہیں، گمراہی کے اندھیروں میں ان کے الفاظ یہ ہوتے ہیں کہ مولانا پردہ تو دل کا ہے، دل صاف نظر پاک یا دل پاک نظر صاف! تو معلوم یہ ہوا

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کا ایمان اس مقام پر تھا کہ فرماتے ہیں کہ جب میں قیامت کے دن جنت اور دوزخ کو دیکھوں گا تو مَا ازْدَدْتُّ یقیناً میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا، اتنا یقین مجھ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے صدقہ میں دنیا ہی میں حاصل ہے۔ تو جن کا ایمان اس درجہ کا ہے کہ گویا وہ جنت اور دوزخ کو دیکھ رہے ہیں ان کے لیے تو نظر کی حفاظت کا حکم ہے اور آج اس زمانے میں کیا ہم لوگوں کا دل حضرت علی کے دل سے زیادہ پاک ہے اور ہماری نظر ان کی نظر سے زیادہ صاف ہے؟ یا دل صاف نظر پاک یا دل پاک نظر صاف بتایئے یہ کیا ہے؟ بیوقوفی نادانی کی بات ہے، اسی لیے آج کل اولیاء اللہ کم پیدا ہو رہے ہیں۔ اور کمی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر تقویٰ کی کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی دوستی کی بنیاد تقویٰ پر رکھی ہے کہ گناہ سے بچو اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ اللہ کے جو دوست ہیں ان کو میدانِ محشر کی ہولنا کیوں کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا سے جدا ہونے کا ان کو کوئی غم ہوگا کیونکہ اعلیٰ چیز کی طرف جا رہے ہیں۔

اولیاء اللہ کا میٹیریل

لیکن اولیاء اللہ کا میٹیریل اور اجزاء ترکیبیہ دو ہیں (۱) ایمان (۲) تقویٰ جیسا کہ آگے آیت میں ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ماضی ہے یعنی ایک دفعہ ایمان لانا کافی ہے وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یہ استمرار ہے، جب مضارع پر ماضی داخل ہوتا ہے تو استمراری بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ایمان لانے کے بعد ولی اللہ بننے کے لیے ساری زندگی تقویٰ کا غم اور گناہ چھوڑنے کا غم اور نافرمانی سے بچنے کے پاپڑ بیلنے پڑیں گے، پہلے پاپڑ بیلنے کو ملیں گے پھر پاپڑ کھانے کو ملیں گے لیکن ہم لوگوں کا مزاج یہ ہے کہ پاپڑ بیلنے نہ پڑیں عورتیں بیل کر پیش کر دیں یعنی مجاہدات نہ کرنے پڑیں اور ثمرات مل جائیں لیکن ؎

ایں خیال است و محال است و جنوں

اِصلاح صرف زندہ شیخ سے ہوتی ہے

تو میں عرض کررہا تھا کہ صحبت صالحین ہو اہل اللہ کی صحبت خصوصاً کسی صاحبِ سلسلہ شیخ کی صحبت ہو جو بیعت ہو کسی کے ہاتھ پر تو اس کی صحبت کا کیا کہنا کیونکہ شیخ کی عظمت ہوتی ہے، احترام ہوتا ہے کہ میرا شیخ ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنا پیر پیر، دوسرے کا پیر آدمی، عظمت کی وجہ سے اس کی اتباع آسان ہوتی ہے۔ اسی لیے اکابر نے صحبت شیخ کا ہمیشہ اہتمام کیا ہے، اسی لیے اپنے مشائخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرے شیخ کا انتخاب کیا تاکہ سر پر بڑے کا سایہ رہے کیونکہ مقصود اللہ کی ذات ہے، شیخ ذریعۂ مقصود ہے۔ پس شیخ کو اتنا زیادہ مقصود بنالینا کہ صاحب ان کے بعد کسی سے دل ہی نہیں لگتا یہ شرک فی الطریق ہے اور یہ شخص اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں شخصیت کو ترجیح دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ فرمایا ہے اور کُوْنُوْا امر ہے اور امر مضارع سے بنتا ہے جس میں تجدد استمراری کی شان ہے جس سے ثابت ہوا کہ معیت صادقین میں استمرار ہو، ہمیشہ صادقین کے ساتھ رہو، کوئی زمانہ ایسا نہ ہو کہ معیت صادقین تمہیں حاصل نہ ہو اور جب شیخ کا انتقال ہوگیا تو اس کا ساتھ تو ختم ہوگیا لہٰذا دوسرا شیخ تلاش کرو کیونکہ اب اس کا فیض بند ہوگیا۔ مردہ شیخ سے اصلاح نہیں ہوتی زندہ شیخ سے ہوتی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں شیخ کی مثال ایسی ہے جیسے کچھ ڈولیں نیچے کنویں میں گری ہوئی ہیں اور ایک آدمی کنویں کے اوپر زندہ کھڑا ہے اور وہ اوپر سے اپنی ڈول کنویں میں ڈالے ہوئے ہے جس سے وہ گری ہوئی ڈولوں کو کنویں سے نکال رہا ہے۔ تو یہ شیخ ہے اور اس کے دو مرتبے ہیں۔ جسم سے وہ آپ کے ساتھ ہے اور روح کے اعتبار سے وہ دنیا سے باہر ہے۔ آپ کی روح کو وہ اپنی روح سے پکڑ کر دنیا سے نکال رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ملا رہا ہے، ولی اللہ بنا رہا

ہے لیکن اگر وہ اوپر کا آدمی جو ڈول سے نکال رہا تھا انتقال کر گیا تو اب وہ کنویں سے نہیں نکال سکتا کیونکہ جس ہاتھ میں ڈول اور رسی تھی وہ نہیں رہا لہٰذا اب دوسرا آدمی آئے اور اپنی ڈول ڈال کر کنویں سے دوسری ڈولوں کو نکالے گا۔ ایسے ہی شیخ کے انتقال کے بعد فوراً دوسرا شیخ کرو کیونکہ اس کا فیض اب بند ہوگیا۔ اگر خود بھی شیخ ہے تو اپنے خصوصی معاملات میں وہ دوسرے شیخ کا محتاج ہوگا، اپنی اصلاح خود نہیں کرسکتا جس طرح ڈاکٹر بیمار ہوجائے تو خود اپنا علاج نہیں کرسکتا دوسرے ڈاکٹر کے مشورہ کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی پر میرے دو شعر ہیں جوری یونین ہی میں ہوئے ؎

نہیں پاتا شفا دکتور خود اپنی دواؤں سے
کرے ہے جستجو دکتور بھی دکتورِ ثانی کی
بدونِ صحبت مرشد تجھے کیسے شفا ہوگی
نہیں جب شیخ اوّل، جستجو کر شیخ ثانی کی

شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو

لیکن شیخ اس کو بناؤ جس سے مناسبت ہو، یہ شرط ہے، یہ نہیں کہ چونکہ میرا باپ ہے یا میرا فلاں اور فلاں ہے لہٰذا میں بھی اس سے تعلق رکھوں گا۔ یہ راستہ بالکل مناسبت کا ہے، اگر مناسبت نہ ہوگی تو نفع نہ ہوگا۔ جیسے مثال کے طور پر آپ کو کسی کا خون چاہیے اور میر صاحب کو دیکھا کہ بھئی یہ تگڑا آدمی ہے اس کا خون بھی تگڑا ہوگا لیکن ڈاکٹر نے کہا نہیں بھائی اس کو دبلے پتلے مولانا داؤد کا خون فٹ ہوگا، تو جب خون کا گروپ ملتا ہے پھر ڈاکٹر چڑھاتا ہے اور اسی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ جب تک روحانی مناسبت نہ ہو اس وقت تک مزہ نہیں، نفع کا مدار مناسبت پر ہے۔ اگر مناسبت نہیں ہے تو نفع نہیں ہوسکتا۔

گناہوں سے بچنے کی ہمت صحبتِ صالحین سے ملتی ہے

بہر حال تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ صحبت صالحین اور صحبت المشائخ کا ہم اہتمام کریں جو اس وقت ہمیں حاصل ہے الحمد للہ، مجھ کو بھی آپ لوگوں کی صحبت حاصل ہے، شیخ اور مرید دونوں کو نفع ہوتا ہے۔ اگر شیخ اکیلا رہے، دین کی دعوت کا کام نہ ہو تو اس کا ایمان بھی کمزور ہو جائے گا، جو بندوں کو اللہ تعالیٰ سے جوڑتا ہے اس کو بھی اللہ تعالیٰ پیار کرتے ہیں، اس کی مثال یہ ہے جیسے کسی کا بچہ گم ہو گیا اور ایک آدمی نے اخبار میں پڑھا کہ بچے کو لانے والے کو پچاس ہزار کا انعام بھی ہے۔ وہ گیا اور ڈھونڈ کر باپ کے پاس لے آیا۔ وہ بچے سے نہیں کہے گا کہ لاؤ انعام۔ اگر بچے سے کہتا ہے کہ انعام لاؤ تو مخلص نہیں ہے، ابا سے انعام مانگے گا اور ابا اس بچے کو پیار کرنے سے پہلے اس لانے والے کو پیار کرے گا اور سینے سے لگا کر کہے گا جزاک اللہ آپ نے میرے آنکھوں کی روشنی میرے جگر کا ٹکڑا لا دیا۔ اسی طرح جو محنت کر کے اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے تو اللہ کا پہلا پیار جوڑنے والے کو ملتا ہے لیکن علامت یہ ہے کہ بندہ سے نہ کہے کہ انعام لاؤ جس طرح بچے سے انعام نہیں مانگتا کیونکہ بچہ کہاں سے دے گا، ابا سے لو، اسی طرح بندہ کہاں سے دے گا، تم ربا سے لو۔

اور جو بندہ اللہ والوں سے جڑ جاتا ہے وہ اللہ والا ہو جاتا ہے کیونکہ گناہوں سے بچنے کی ہمت بھی صحبت ہی سے نصیب ہوتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ دیکھو یہ ہمارے بزرگ ری یونین میں جا رہے ہیں اور کیسی کیسی لڑکیاں سامنے آتی ہیں مگر بالکل نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور اس سے حرام لذت نہیں لیتے تو انسان سوچتا ہے کہ جب ہم جیسے انسان بھی یہ کر رہے ہوں تو ہم بھی کریں ان کی ہمت کا فیض پہنچتا ہے اور توفیق نصیب ہوتی ہے۔ تو دوستو اس لیے اللہ تعالیٰ کی

اس نعمت کی قدر کیجیے، ہم بھی کریں آپ بھی کریں، کتنا فاصلہ کراچی کا ہے اور یہاں آکر کے ہم اس طریقے سے دینی مجلسیں کر رہے ہیں اس میں علم دین بھی مل رہا ہے اور اہل اللہ کی صحبت بھی مل رہی ہے، ہر آدمی دوسرے کو صالح سمجھے اور سوچے کہ مجھ کوری یونین کے صالحین کی صحبت مل رہی ہے۔

دعائے سفر کی عجیب وغریب تشریح

اس لیے سفر کی جو دعا سکھائی گئی اس میں صالحین کی صحبت مانگی گئی ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا وَارْزُقْنَا جَنَاھَا وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا﴾ (حصن حصین)

اے اللہ! اس بستی میں برکت عطا فرما اور یہاں کے پھل فروٹ اور نعمتیں بھی ہم کو نصیب فرما اور اس بستی والوں کے دلوں میں ہماری محبت ڈال دے مگر ہمارے دِل میں محبت صرف صالحین کی آئے، ایسا نہ ہو کہ یہودی اور عیسائیوں کی محبت آجائے، وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا اس بستی کے جو صالحین ہیں ان کی ہمیں محبت نصیب فرما۔ یہ مضمون دلالت کرتا ہے کہ یہ نبی کا مضمون ہے، غیر نبی ایسی دعا مانگ سکتا ہے؟ وہ تو کہے گا کہ سب کے دل میں میری محبت اور میرے دل میں سب کی محبت ہو۔ لیکن اللہ کے نبی نے یہ دعا مانگی کہ اس بستی والے صالح ہوں یا غیر صالح سب کے دل میں ہماری محبت ڈال دے تاکہ وہ ہم سے قریب ہوجائیں اور وہ ہم سے دین سیکھیں اور غیروں کے دل میں بھی جب ہماری محبت ہوگی تو ان کے شر سے محفوظ رہیں گے لیکن ہمارے دل میں صرف صالحین کی محبت ہو کیونکہ غیروں کی محبت اللہ سے دور کرتی ہے۔ اور اہل اللہ کی محبت سے اہل اللہ کے قلب کا ایمان ویقین ان کے پاس بیٹھنے والوں کو آہستہ آہستہ مل جاتا ہے۔ مجھے اپنا ایک بہت پرانا شعر یاد آیا ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کررہا ہے
اجڑے ہوئے دلوں کو آباد کررہا ہے

اچھی اور بری صحبت کے اثرات

بظاہر اہل اللہ کے ہاتھوں میں تسبیح نہیں، زبان بھی حرکت میں نہیں مگر اُن کا قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتا ہے، ہر وقت ان کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتا ہے، بیٹھ کر دیکھ لو، جتنے بھی اولیاء اللہ ہیں آپ تاریخ دیکھیں گے تو کسی نہ کسی کی صحبت میں رہے ہوں گے، خالی کتاب پڑھ لینے سے کوئی ولی اللہ نہیں ہوجاتا، جن کو کتب بینی تو ملی لیکن قطب بینی نہ ملی، ان کی عقل میں وہ نور ایمان و یقین نہیں ہوتا جو انہیں جاہ اور باہ کے ہاتھوں بکنے سے روک سکے، وہ بکنے والے ہوجاتے ہیں بکاؤ مال ہوجاتے ہیں، کہیں جاہ سے مار کھا گئے، کہیں باہ سے مار کھا گئے، کہیں غصے کے فتنہ میں مبتلا ہوگئے۔ اس لیے عرض کرتا ہوں کہ صحبت اہل اللہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

کل جو مضمون میں نے بیان کیا تھا اس میں بھی صحبت کی اہمیت تھی کہ غیروں کی صحبت سے بچو۔ کل جو لوگ مجلس میں تھے انہوں نے بہت مزے لیے اس لیے میں نے سوچا کہ جو بے چارے کل نہیں تھے آج ان کو سنادوں اس میں میرا اپنا بھی فائدہ ہے۔ کل یہ بات تھی کہ گمراہی کے اسباب میں بڑا سبب صحبت اغیار ہے۔

کفار سے ترکِ موالات

دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰى اَوْلِيَاءَ﴾

(مائدة: آیت ۵۱)

یہودیوں اور عیسائیوں سے محبت نہ کرو، موالات نہ کرو، اولیاء مت بناؤ معاملہ کرسکتے ہو لین دین خرید و فروخت کرسکتے ہو لیکن ان کو دوست نہیں بنا سکتے کیونکہ

دوستی اور موالات کا مرکز قلب ہے اور معاملات کا مرکز قالب ہے، جسم سے بات کریں گے کہ یہ لاؤ وہ لاؤ لیکن قلب ہم ان کو نہیں دیں گے۔ پس چونکہ موالات کا مرکز قلب ہے اور معاملات کا مرکز قالب ہے، تو اگر قلب صحیح ہے اور کافروں کی موالات سے خالی ہے تو ان کے ساتھ معاملات سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر قلب اللہ والا ہے اور کافر سے مال خرید رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ کافر ہے، دل میں اس کی کوئی محبت نہیں تو اس سے ایمان کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، اسی لیے کفار سے معاملات جائز اور موالات حرام ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اپنے اسلام اور ایمان کی تم حفاظت چاہتے ہو تو میرے دشمنوں سے محبت مت کرو لہٰذا اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ﴾

(مائدۃ: آیت ۵۴)

اگر کوئی شخص ایمان لانے کے بعد اسلام چھوڑ کر بھاگے تو دل چھوٹا مت کرو یہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کی تسلی کے لیے ہے کہ میں ایک ایسی قوم پیدا کروں گا جو میرے عاشقوں کی ہوگی، میں ان سے محبت کروں گا اور وہ مجھ سے محبت کریں گے، یہ جملہ بتاتا ہے کہ عاشقوں کی قوم کبھی گمراہ نہیں ہوگی، اس لیے زیادہ علم کے بجائے محبت زیادہ سیکھو۔ اہلِ محبت گمراہ نہیں ہوسکتے۔ اسی لیے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت زیادہ تر اہل محبت کی اختیار کرو تاکہ عشق الٰہی پیدا ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا فرماتے ہیں ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

یعنی میں اللہ کے در اور اس کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی رکھ چکا ہوں، عمر بھر میں ان کا رہوں گا، اللہ کا بن کے رہوں گا ؎

سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

یہ خشک ملا کا نہیں، خشک زاہد کا نہیں یہ عاشقوں کا سر ہے، اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محبت ایسی چیز ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے بھی فصل اور جدائی پر راضی نہیں ہے۔ اگر دو ہونٹ نہ ملیں تو محبت کا لفظ ادا نہیں ہوسکتا۔ دونوں ہونٹ الگ کر کے کوئی بڑے سے بڑا قاری بھی محبت کا لفظ منہ سے نہیں نکال سکتا، پس جس کی لغت متقاضی وصل ہے اور فصل پر راضی نہیں اس کا مسمّٰی کیسا ہوگا، جس کو اللہ محبت دے گا وہ خدا کے فراق اور جدائی پر راضی نہیں ہوسکتا یعنی نافرمانی جو سبب بعد ہے، اللہ سے دوری کا سبب ہے اس کا عادی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اللہ کے عاشقین گناہ سے ڈرتے ہیں، ان کو ایک ہی غم ہوتا ہے کہ کہیں ہم سے کوئی گناہ نہ ہوجائے اور ہم اپنے اللہ سے، اپنے محبوب سے دور ہوجائیں۔ اسی لیے صحبت صالحین نمازیں، حج، عمرہ، نفلیں، تلاوت، ذکر و تسبیح کرتے ہیں کہ ہم اللہ سے قریب ہوجائیں اللہ اللہ کہتے ہوئے ہمارے قلب و جان اللہ سے چپک جائیں۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ یاد آیا ''ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔'' ذال کاف را، ذاکر میں بھی ہے اور مذکور میں بھی ہے۔ اللہ پاک کا نام مبارک اسمِ اعظم ہے، اس کا پڑھنے والا ناممکن ہے کہ اللہ تک نہ پہنچے مگر خمیرہ کتنا ہی عمدہ ہو لیکن خمیرہ کے ساتھ اگر زہر بھی کھائے تو خمیرہ کیا کام کرے گا۔ اس لیے ضروری ہے کہ صحبت صالحین اور ذکر و تلاوت کے ساتھ گناہوں سے بھی پرہیز رکھو۔

تو اللہ سبحانہ تعالیٰ نے ایک نصیحت فرمائی لَا تَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اَوْلِیَاءَ کہ یہودیوں اور عیسائیوں سے دل سے دوستی مت کرو۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے پتہ چلا کہ اِنَّ مَوَالَاتَ الْیَھُوْدِ وَ النَّصَارٰی تُوْرِثُ الْاِرْتِدَادَ یعنی یہود و نصاریٰ کی محبت تم کو مرتد بنا دے گی۔

یمن میں ایک شخص مرتد ہوگیا، اس نے پورے یمن پر اتنا غلبہ حاصل کیا

کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جتنے بھی عمال تھے یعنی صدقات وصول کرنے والے حکام سب کو یمن سے باہر نکال دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اس شخص کو قتل کرو، مرتد واجب القتل ہوتا ہے، اس سے لین دین، سودا خریدنا بیچنا سب حرام ہے۔ تو فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ نے یمن کے اس مرتد کو ہلاک فرمایا تَنَبَّأً بِالْیَمَنِ وَکَانَ کَاھِناً یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور وہ جادوگر تھا۔

ایک جھوٹے نبی کا واقعہ

میں نے کل مسیلمہ کذاب کا واقعہ سنایا تھا وہ دوبارہ سناتا ہوں، دوبارہ سننے سے علم میں رُسوخ پیدا ہوگا اور جنہوں نے نہیں سنا وہ سن لیں گے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خط لکھا۔ ذرا اس خبیث کا خط تو دیکھو کہ کیسا خط لکھتا ہے یعنی جھوٹے نبی کا خط بھی بتاتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے۔ لکھتا ہے ''مِنْ مُّسَیْلَمَةَ رَسُوْلِ اللہِ یعنی یہ خط مسیلمہ لکھ رہا ہے جو رسول ہے اور کسے لکھ رہا ہے؟ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ مبارک کے ساتھ رسول بھی لکھا اور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھا پھر اس نے لکھا سَلَامٌ عَلَیْکَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ آپ پر سلامتی ہو، میں نبوت میں آپ کے ساتھ شریک ہوں وَ اِنَّ لَنَا نِصْفُ الْاَرْضِ عرب کی زمین میں آدھا حق میرا ہے وَلِقُرَیْشٍ نِصْفُ الْاَرْضِ اور اہل قریش کو زمین کا آدھا حق ہے لٰکِنْ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ لیکن قریش بڑے ظالم لوگ ہیں، میرا حصہ نہیں دے رہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جب یہ مکتوب پیش کیا گیا فَقَدَّمَ عَلَیْهِ

عَلَيْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ رَسُوْلَانِ لَهٗ بِذٰلِکَ فَحِيْنَ قَرَأَ صلی اللہ علیه وسلم كِتَابَهٗ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جھوٹے نبی کا یہ خط پڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے پوچھا جو خط لائے تھے فَمَا تَقُوْلَانِ اَنْتُمَا؟ تم لوگ کیا کہتے ہو یعنی کیا تم بھی اس کو نبی سمجھتے ہو؟ ان دو قاصدوں نے کہا نَقُوْلُ كَمَا قَالَ ہم وہی کہتے ہیں جو وہ کہتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاللہِ لَوْلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقْتَلُ خدا کی قسم اگر سفیروں اور قاصدوں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو لَضَرَبْتُ اَعْنَاقَكُمَا ہم تمہاری گردنیں اُڑا دیتے، کتنے بد اور خبیث ہو کہ غیر نبی کو نبی بنا رہے ہو۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دیکھئے کہ اصلی نبی کے خط کا کیا مضمون ہے! سبحان اللہ جھوٹے کا خط تو آپ نے سن لیا اب سچے نبی کا خط سنئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اللہ کا پیغمبر اس طرح خط لکھتا ہے، پہلے اللہ کا نام لیا اور اس ظالم کذاب نے تو کچھ بھی نہیں لکھا تھا، جس کے رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا اس خدا کا نام بھی نہیں لیا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کا آسمان سے تعلق ہی نہیں تھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کے نام سے شروع کیا بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللہِ اِلٰی مُسَيْلَمَةَ الْكَذَّابِ اس نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تجھ کو رسول تسلیم نہیں کرتے تو کذاب ہے، جھوٹا ہے اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی جھوٹے نبی کے سلام میں اور اصل نبی کے سلام میں فرق ہو گیا، جھوٹے نبی نے کیا کہا سَلَامٌ عَلَيْکَ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا لکھا اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی سلام جب ہے جب تو ہدایت کو قبول کرلے، اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلہِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ زمین کا مالک اللہ ہے، اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے دیتا ہے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ اور

انجام متقیوں کے لیے ہے یعنی تو تو بہت ہی کذاب ہے، تقویٰ سے محروم ہے، تیرا انجام کیسے ٹھیک ہوگا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ کذاب سے جہاد فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت بخشی کہ ان کے ہاتھ سے مسیلمہ کو قتل کرایا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا قَتَلْتُ فِیْ جَاهِلِیَّتِیْ خَیْرَ النَّاسِ میں نے زمانۂ کفر میں بہترین انسان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کیا وَ قَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ اور زمانۂ اسلام میں سب سے بدترین انسان کو میں نے قتل کیا یعنی میری تاریخ جو سیاہ ہو چکی تھی اس تاریخ کو اللہ نے روشن فرما دیا۔

حضرت وحشی کے اسلام کا واقعہ

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام بھی عجیب طریقہ سے ہوا جس کو علامہ محمود نسفی کی تفسیر خازن کے حوالہ سے پیش کر رہا ہوں۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وحشی کو دعوت اسلام پیش کیجئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قاصد بھیجا کہ اللہ تعالیٰ تم کو یاد فرما رہے ہیں، اللہ پر ایمان لے آؤ۔ وحشی حالت کفر میں ہے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بعد میں ہوئے، ابھی ایمان نہیں لائے لہٰذا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کے خدا نے تو قرآنِ پاک میں یہ نازل فرمایا کہ جو مشرک ہوگا قاتل ہوگا زانی ہوگا یَلْقَ اَثَاماً یُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ وہ شخص مجرم ہے اس کو تو ڈبل عذاب ملے گا لہٰذا آپ مجھے کیسے دعوت اسلام دے رہے ہیں جبکہ میں یہ سب کام کر چکا ہوں وَاَنَا قَدْ فَعَلْتُ ذٰلِکَ کُلَّه میں نے قتل بھی کیا، شرک بھی کیا کوئی گناہ نہیں چھوڑا۔ دیکھئے سوال و جواب چل رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پیغام بواسطۂ نبوت وحشی کو پہنچ رہا ہے اور وحشی کا پیغام بواسطۂ نبوت اللہ تعالیٰ تک

پہنچ رہا ہے، آپ سوچیے کہ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کرتا تو کیا عجب تھا کہ اچھا مردود نخرے بھی کرتا ہے اس کے اوپر آگ برسا دو، لیکن آہ! ارحم الراحمین کی شان دیکھیے کہ ان کے اسلام کے لیے دوسری آیت نازل ہو رہی ہے اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلاً صَالِحاً وحشی سے کہہ دو کہ اگر وہ توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرتا رہے تو سب معاف، پھر کوئی عذاب نہیں ہوگا۔ اس پر انہوں نے دوسرا پیغام بھیجا کہ میں ایمان لانے کے لیے تیار ہوں توبہ کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن ساری زندگی صالح عمل کرنا یہ شرط بہت سخت ہے ھٰذا شَرۡط شَدِید لَعَلِّیۡ لَا اَقۡدِرُ عَلَیۡہِ مجھے امید نہیں کہ میں اس پر قائم رہ سکوں، یعنی میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کہ ساری زندگی عمل صالح کرتا رہوں، اب بتلایئے حالت کفر میں ہیں، اتنے بڑے مجرم ہیں کہ نبی کے چچا کو قتل کیا ہے اور ناز دکھا رہے ہیں لیکن آہ! کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ ان کے ایمان کے لیے تیسری آیت نازل فرمائی اِنَّ اللہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَادُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں فرمائیں گے لیکن شرک کے علاوہ سب گناہ معاف کر دیں گے چاہے وہ عمل صالح کرے یا نہ کرے یعنی عمل صالح سے بھی آزادی دے دی۔ اب ان کا جواب سن لیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ قاصد بھیجتے ہیں کہ اِنِّیۡ فِیۡ رَیۡبٍ میں ابھی شک میں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کو مقید بالمشیت کر دیا ہے کہ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ تو مشیت کی جو قید ہے اس میں مجھ کو شک ہے اَنَّ مَشِیَّتَ اللہِ تَعَالٰی تَکُوۡنُ فِیَّ اَمۡ لَا یعنی اللہ کی مشیت میرے بارے میں ہوگی یا نہیں ہوگی؟ اس میں کوئی ضمانت، کوئی گارنٹی نہیں ہے، مجھ کو اس کا یقین نہیں آرہا ہے۔ تین آیتیں نازل ہو گئیں۔ اب چوتھی آیت اللہ تعالیٰ نازل فرما رہے ہیں وحشی کے اسلام کے لیے، اس سے اندازہ کرو کہ حق تعالیٰ کتنے ارحم الراحمین ہیں کہ ایک جلیل القدر

صحابی یعنی نبی کے چچا حضرت سید الشہداء حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل کو بھی آغوشِ رحمت میں لے رہے ہیں۔ ذرا سوچئے کہ اللہ تعالیٰ کی کیا شان ہے کہ کروڑوں زِنا اور بدمعاشی کے باوجود کوئی نادِم ہوکر توبہ کرلے تو سب معاف فرمادیتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے چوتھی آیت نازل فرمائی قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اے نبی آپ میرے بندوں سے فرمادیں جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کرلیا کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں، اب اس میں مشیت کی بھی قید نہیں۔ اِنَّ تاکید ہے جملہ اسمیہ دوام اور ثبوت پر مقتضی ہے الذنوب پر الف لام داخل کردیا استغراق کا اور پھر جمیعاً کی بھی تاکید لگادی چار چار تاکیدوں کے ساتھ فرمایا کہ کوئی بھی گناہ ہو، اللہ تعالیٰ سب بخش دے گا۔ اس آیت کو سن کر حضرت وحشی کیا کہتے ہیں؟ نِعْمَ هٰذا واہ کیا ہی اچھی آیت ہے فَجَآءَ وَ اَسْلَمَ فوراً آئے اور اسلام قبول کرلیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے جو یہ آیت نازل فرمائی ہے هٰذَا لَهٗ خَاصَّةً اَمْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّةً کیا یہ وحشی کے لیے خاص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلْ لِلْمُسْلِمِیْنَ عَامَّةً سارے مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے بدلے میں اگر مجھ کو ساری کائنات بھی مل جائے تو مجھے عزیز نہیں، ساری کائنات سے زیادہ یہ آیت مجھے محبوب ہے مَا اُحِبُّ اَنَّ لِیَ الدُّنْیَا بِهٰذِهِ الْاٰیَةِ (مشکوٰۃ ص ۲۰۶)

اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت وکرم کا کون اندازہ کرسکتا ہے کہ اتنے بڑے مجرم کو اسلام عطا فرمایا، صحابی بنایا یعنی بعد میں آنے والے تمام اولیاء سے افضل ہوگئے، جنتی ہوگئے، اور اس کے ساتھ ایک انعام اور عطا فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت اور حالتِ کفر میں ان سے سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا جو گناہ ہوا تھا اس

کی تلافی کا انتظام بھی فرمایا اور ان کے ہاتھوں سے ایک جھوٹے نبی مسیلہ کذاب کو قتل کرا کے ان کی تاریخ سیاہ کو روشن تاریخ سے تبدیل کر دیا۔ معلوم ہوا کہ جب کوئی گنہگار خواہ مرد ہو یا عورت صدقِ دل سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی رسوائیوں کو عزت سے تبدیل فرما دیتے ہیں اور اس کی ذلتوں کے جو چرچے ہو رہے تھے کہ فلاں بڑا نالائق آدمی ہے، فلانی لڑکی کو چھیڑ رہا تھا یا فلاں گناہ کر رہا تھا اس کو توبہ کی توفیق دے کر جب اپنا ولی بناتے ہیں تو اس کی تمام رسوائیوں کی اپنی شان کرم کے شایانِ شان تلافی فرما دیتے ہیں اور اس سے کوئی کام ایسا لے لیتے ہیں جس سے اس کی رسوائیوں کی تلافی ہو جاتی ہے جیسے ابا اپنے بیٹے کی ذلت کو گوارا نہیں کرتا، اس سے کوئی کام ایسا لے گا کہ جس سے وہ سب چرچے ختم ہو جائیں گے۔ ایسے لوگوں سے روئے زمین پر اکثر کوئی کرامت بھی صادر ہو جاتی ہے، تا کہ اس کی ذلت کے سیاہ بادلوں پر عزت کا آفتاب روشن ہو جائے۔

اس واقعہ کو بیان کیا تفسیر معالم التنزیل کے مصنف علامہ بغوی نے جلد نمبر چار صفحہ ۸۳ پر اور علامہ محمود نسفی نے تفسیر خازن میں صفحہ ۵۹ پر اور محدث عظیم ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۴۹ پر۔ بس اتنا حوالہ کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس وقت میں نے اس کو بیان کیا تو نیپال کے سفیر جو میرے وعظ میں ہر جمعہ کو آتے ہیں انہوں نے کہا کہ اس شخص کا دماغ ہے یا کمپیوٹر ہے؟ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ الحمدللہ یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے۔

بندوں سے اللہ کی محبت کے معنی

ایک چیز اور عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ دین سے مرتد ہوتے ہیں ہم ان کے مقابلے کے لیے عاشقوں کی ایک قوم پیدا فرمائیں گے یُحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کریں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت

کریں گے۔ علامہ آلوسی اشکال قائم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مقدم کیوں فرمایا اور بندوں کی محبت کو بعد میں کیوں بیان فرمایا؟ پھر اس کا جواب دیتے ہیں کہ قَدَّمَ اللہُ تَعَالٰی مَحَبَّتَہٗ عَلٰی مَحَبَّۃِ عِبَادِہٖ لِیَعْلَمُوْا اَنَّھُمْ یُحِبُّوْنَ رَبَّھُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّھِمْ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو اس لیے مقدم کیا تاکہ جس کو اللہ سے محبت نصیب ہو اس میں ناز نہ پیدا ہو اور اس کو یقین رہے کہ ہم جو اللہ تعالیٰ سے محبت کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کر رہے ہیں یہ اصل میں اللہ کی محبت کا ہم پر فیضان ہو رہا ہے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

اللہ جس کو چاہتا ہے وہی اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو مقدم کیا تاکہ بواسطۂ صحابہ سب کو معلوم ہو جائے کہ ہم لوگ جو اپنے رب سے محبت کرتے ہیں یہ حق تعالیٰ کی محبت کا فیضان ہے۔ ہم جو ان کو چاہ رہے ہیں یہ ہمارا کمال نہیں ہے، دراصل وہی ہم کو چاہ رہے ہیں۔

وہی چاہتے ہیں میں کیا چاہتا ہوں

بتائیے! کیا عمدہ تفسیر ہے آہ! یہ اللہ کے کلام کی تفسیر ہمیں اللہ سے قریب کر رہی ہے اور اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ محبت سے کیا مراد ہے؟ مراد وہ محبت ہے جو تَلِیْقُ بِشَانِہٖ تَعَالٰی جو اللہ کی شان کے لائق ہے یعنی اللہ تعالیٰ ارادہ فرما لیتے ہیں کہ مجھے فلاں کو اپنا ولی بنانا ہے، بس اللہ کی محبت سے یہ مراد ہے اِنَّ اللہَ تَعَالٰی اَرَادَ اَنْ یَّجْعَلَہٗ مُرَادًا وَّ مَحْبُوْبًا لِّنَفْسِہٖ یعنی اللہ تعالیٰ اس کو اپنی ذات کے لیے محبوب بنانے کا ارادہ کر لیتے ہیں اور اللہ کے ارادہ اور مراد میں تخلف محال ہے، جس کو اللہ تعالیٰ اپنا ولی بنانے کا ارادہ کر لے ناممکن ہے کہ ساری دنیا اس کو گمراہ کر سکے بلکہ خود اس کا نفس و شیطان بھی اس کو گمراہ نہیں

کرسکتا، پھراس کے لیے اسباب ہدایت خود اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

بندوں پر اللہ کی محبت کے آثار

حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے سارا انتظام اللہ میاں نے کیا ورنہ وہ کہاں سے ایمان پاتے؟ ہماری محبت کا ایک نام ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

کار فرما تو لطف ہے اُن کا
ہم غلاموں کا نام ہوتا ہے

اور بندوں کی محبت سے کیا مراد ہے؟ کہ اللہ کی طرف وہ طبعاً، عقلاً اور قلباً مائل رہیں اور اللہ کے احکام کو بجالائیں اور ان کی منع کی ہوئی باتوں سے اجتناب کریں یعنی امتثال اوامر اور اجتناب نواہی اہل محبت کی علامات سے ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں محبت کا مقام

آخر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ جو طاعات ہیں وہ محبت کے لیے موافقات میں سے ہیں یعنی محبت سبب ہے اور اطاعت کرنا مسبب ہے اور گناہ سے بچنا یہ محبت کا اثر ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر اعمال میں کمزوری ہو تو یہ محبت کے مغایر نہیں یعنی کہ اگر کسی شخص میں عملی طور پر کوئی کمزوری ہو تو اس کو یہ نہ کہو کہ یہ اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ آگے اس کی دلیل میں ایک حدیث پیش کرتے ہیں اَلَا تَرٰی اِلَی الْاَعْرَابِیْ کیا تم اس بدوی کو نہیں دیکھتے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وَمَا اَعْدَدْتَّ لَهَا ؟ تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کی ہوئی ہے؟ اس نے کہا مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا كَبِيرَ عَمَلٍ میرے پاس کوئی بڑے بڑے عمل نہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ فرض واجب سنت موکدہ ضروری عمل کر لیتا ہوں مگر رات رات بھر جاگنا بڑی بڑی محنتیں کرنا یہ مجھ سے نہیں ہوتا، میرے پاس کبیرا عمال تو نہیں ہیں لٰکِنْ حُبَّ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ رَسُوْلِهٖ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لیکن میرے پاس اللہ اور رسول کی محبت بہت ہی عظیم ہے۔ کبیر کا اسْتِثْنٰی کبیر سے ہوگا یعنی میرے پاس کبیر عمل نہیں ہے لیکن میرے پاس محبت کبیر ہے فَقَالَ عليه الصلوٰة و السلام اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے یعنی جنت میں اسی کے ساتھ رہے گا جس سے وہ اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔ اب علامہ آلوسی کا فیصلہ دیکھیے۔ اگر اور کوئی یہ بات کہتا تو یقین نہ آتا لیکن یہ اتنا بڑا شخص ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اور علامہ شامی دونوں مرید بھی ہیں مولانا خالد کردی کے اور مولانا خالد کردی خلیفہ ہیں مولانا شاہ غلام علی صاحب کے اور وہ خلیفہ ہیں مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے اور یہ سب ہمارے دِلّی کے بزرگوں کا سلسلہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں فَهٰذَا نَاطِقٌ بِاَنَّ الْمَفْهُوْمَ مِنَ الْمَحَبَّةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی غَيْرُ الْاَعْمَالِ وَالْتِزَامِ الطَّاعَاتِ یعنی یہ حدیث محبت کے مفہوم کو واضح کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اعمال سے مغایر ہے اور طاعات کا التزام بھی یہاں مراد نہیں لِاَنَّ الْاَعْرَابِیْ نَفَاهَا کیونکہ اعرابی نے اعمال کی نفی کر دی مَا اَعْدَدْتُّ لَهَا كَبِيرَ عَمَلٍ میں نے قیامت کی کوئی تیاری نہیں کی کبیر عمل سے یعنی بڑے بڑے اعمال میرے پاس نہیں ہیں لہٰذا اُس نے اعمال اور التزام طاعات کی نفی کر دی لیکن اُس نے اپنی محبت کو بیان کر دیا کہ اگرچہ میرے اندر اعمال کی کمزوریاں ہیں لیکن اس کے باوجود میں اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہوں، میں اللہ کا عاشق ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

مجھے محبت ہے۔ آہ اس صحابی کی بات دیکھیے لٰکِنْ حُبَّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَرَسُوْلِهٖ سے اس نے اپنی محبت کو ثابت کر دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس اللہ و رسول کی محبت ہے اور کبیر محبت ہے کیونکہ کبیر کا مستثنیٰ کبیر ہوگا وَاَقَرَّهُ النَّبِيُّ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس صحابی نے اپنی محبت کا دعویٰ کیا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا دعویٰ قبول فرمالیا کہ ہاں ٹھیک کہتے ہو۔ سبحان اللہ! دوستو اگر ایک کروڑ جانیں ہم اللہ تعالیٰ پر اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا کر دیں تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا، اور علامہ آلوسی کو داد دیجیے کہ کیا نکتہ نکالا ہے کہ اس کے اثبات محبت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقرار فرمایا یعنی اس کے دعویٰ محبت کو آپ نے قبول فرمالیا اور اس کا ثمرہ بتا دیا کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ تم کو جس کے ساتھ محبت ہے اسی کے ساتھ رہو گے یعنی جنت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہو گے۔ واہ میں تو کہتا ہوں کہ علامہ آلوسی کو اللہ بے شمار جزا دے (آمین) کہ ناامیدوں کے دلوں میں امید ڈال دی اور فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی محبت کو اللہ کے لیے حقیقتاً ولغتاً ثابت کر دیا ثُمَّ اَثْبَتَ اِجْرَاءَ مَحَبَّةِ الْعَبْدِ لِلّٰهِ تَعَالٰى عَلٰى حَقِيْقَتِهَا لُغَةً یعنی اس کا دعویٰ کرنا کہ میرے دل میں اللہ و رسول کی بہت زیادہ محبت ہے اگرچہ میرے پاس اعمال زیادہ نہیں ہیں اور آپ کا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ فرمانا دلیل ہے کہ بندوں کی اللہ کے ساتھ محبت کی اس حقیقت کو لغتاً آپ نے قبول فرمالیا ورنہ آپ فرمادیتے کہ جب تمہارے پاس عمل نہیں ہے تو خواہ مخواہ جھوٹا دعویٰ کرتے ہو لہٰذا اللہ تعالیٰ کی محبت کے ان درجات کے بارے میں کسی مومن کو حقیر مت سمجھو۔ حضرت حکیم الامت نے لکھا ہے کہ ایک شخص تھا جو عمل میں بالکل صفر تھا، اس سے کہا گیا کہ کچھ روزہ نماز کرلو، اس نے کہا میاں جنت تو میرے دو ہاتھ میں ہے، ایک ہاتھ اِدھر ماروں گا، ایک

ہاتھ اُدھر ماروں گا اور جنت میں چلا جاؤں گا لہٰذا جب ہندوؤں سے جہاد شروع ہوا تو وہ تلوار لے کر نکلا، ایک ہاتھ اِدھر مارا ایک ہاتھ اُدھر مارا اور شہید ہوگیا اس لیے کسی کو حقیر مت سمجھو، نہ کسی کو مایوس ہونا چاہیے۔ قیامت کے دن معلوم ہوگا کہ کتنے بندے ایسے ہیں جو اللہ کی محبت چھپائے بیٹھے ہیں اور اس کا عام لوگوں کو پتہ نہیں۔

بزرگی کا معیار

عام لوگ تو یہ دیکھتے ہیں کہ کتنی رکعات نفل پڑھتے ہیں، جو زیادہ نفل پڑھتا ہے بیس رکعات تہجد پڑھتا ہے اس کو زیادہ بزرگ سمجھتے ہیں حالانکہ بزرگی کا معیار تہجد و نوافل نہیں تقویٰ ہے۔ بعض لوگ رات بھر تہجد پڑھتے ہیں لیکن دن بھر کسی کرسچین لڑکی کو نہیں چھوڑتے، دن بھر ہر ایک کی ٹانگ کو دیکھتے ہیں یعنی عبادت کر کے رات بھر عرش اعظم پر ٹنگا ہوا ہے اور دن بھر کافر لڑکیوں کی ٹانگوں میں ٹنگا ہوا ہے، سب کو دیکھتا ہے یہ کون سی ولایت ہے؟ اس لیے تقویٰ سے ایمان کا وزن بڑھ جاتا ہے، اگر کسی کی ولایت دیکھنا ہے تو یہ نہ دیکھو کہ کتنی تہجد اور نوافل پڑھتا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کتنی احتیاط سے رہتا ہے، حسینوں سے بچتا ہے یا نہیں، نگاہوں کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں۔ جو جتنا بڑا متقی ہے اتنا بڑا ولی اللہ ہے۔ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعات سے افضل ہے، دس بیس رکعت پڑھ کر کسی اللہ والے کو حقیر نہ سمجھنا کہ ہم نے بیس پڑھی ہیں۔ تمہیں کیا معلوم کہ اس کا ایک سجدہ تمہاری ساری زندگی کی عبادت سے افضل ہے۔ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ ایک مرید نے میرے ساتھ ریل میں سفر کیا، میں نے سفر کی تعب اور تھکن سے تہجد نہیں پڑھی حالانکہ مسافر کے لیے حکم ہے کہ وہ وطن میں جو اعمال کرتا تھا سفر میں بغیر کیے ان کا ثواب ملتا ہے۔

ایسے ہی بیمار آدمی صحت میں جو عمل کرتا تھا بیماری میں مفت میں اس کا ثواب ملتا ہے، لہٰذا بعض لوگ اس مسئلہ پر عمل کرتے ہیں کہ جب خدا دے مفت میں کھانے کو تو کون جائے کمانے کو، اللہ کی رخصت سے فائدہ اٹھانا اللہ کو محبوب ہے، جتنی عزیمت محبوب ہے اتنی ہی رخصت محبوب ہے بلکہ رخصت میں زیادہ خیر ہے۔ حکیم الامت فرماتے ہیں رخصت پر عمل کرنا والا کبر میں مبتلا نہیں ہوتا، عزیمت والا کبر میں مبتلا ہوسکتا ہے کہ میں تو سفر میں بھی تہجد نہیں چھوڑتا، اتنا بڑا مقدس انسان ہوں اور جو رخصت سے فائدہ اٹھاتا ہے اس کا دل شکستہ ہوتا ہے کہ دیکھو بھئی تعب ہے، تھکن ہے سفر میں ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ تو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب کا جو مرید تھا اس ظالم نے سفر میں بھی تہجد پڑھی اور گھر جاکر خط لکھا کہ میں آپ سے اپنی مریدی توڑتا ہوں کیونکہ آپ کو میں نے تہجد پڑھتے ہوئے نہیں پایا جبکہ مرید تہجد پڑھ رہا ہے تو مرید افضل ہوا شیخ سے۔ جب حضرت نے یہ واقعہ سنایا تو میرا قلب پاش پاش ہوگیا۔ کاش کہ اس جاہل کو عقل ہوتی کہ مولانا کا سونا تیری عبادت سے افضل تھا۔

عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ عالم کا سونا بھی عبادت ہے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا عبادت کیوں ہے؟ ایک بڑھئی دروازہ بنارہا ہے، اس کا اوزار گھس گیا، اس کے بعد اس نے پتھر پر آدھا گھنٹہ گھسا تو اس آدھے گھنٹے کی مزدوری دیتے ہو یا نہیں؟ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اتنی دیر تک تو تم نے اوزار تیز کیا لہٰذا اس آدھے گھنٹہ کی مزدوری نہیں دوں گا؟ تو وہ کہے گا کہ آپ ہی کے کام میں تو اوزار گھسا ہے، آپ ہی کا تو دروازہ بنارہا ہوں۔ تو جو علماء دین اللہ تعالیٰ کا دین پھیلانے میں اپنے دماغ کو تھکا دیتے ہیں ان کا سونا بھی عبادت ہے تاکہ

تازہ دم ہوکر پھراور دین پھیلائیں۔ان میں بعض کے لیے تہجد جائز نہیں، اگر وہ تہجد پڑھ لیں اور دن بھر دین سیکھنے کے لیے مجمع آئے جیسے آپ لوگ آگئے اور میں کہوں کہ صاحب رات بھر عبادت اتنی زیادہ کی ہے کہ آپ کو پڑھانے کی اب تاب نہیں، آپ لوگ تشریف لے جایئے تو کیا اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوں گے؟ ایک بادشاہ اپنے بچوں کا استاد مقرر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اچھی طرح سے پڑھانا، وہ آیا اور بادشاہ کے لڑکوں سے کہا کہ دیکھو آج معاف کرنا، رات بھر مجھے سجدہ میں بڑا مزہ آیا، رات بھر روتا رہا، ٹھیک سے پڑھایا نہیں سارا وقت جھپکی لیتا رہا اور چلا گیا تو جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو بادشاہ دے گا اُس کو انعام؟ مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا تھا کہ بعض بندے ایسے ہیں کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتہ بھیجتا ہے کہ اس کے پیر دباؤ تاکہ وہ سوتا رہے، اٹھنے نہ پائے، میرا بندہ دن بھر کا تھکا ہوا ہے تو وہ سویا ہوا بوجہ تقویٰ کے اللہ کو بعض تہجد پڑھنے والوں سے زیادہ پیارا ہے۔آپ سوچیے آپ کا ایک ہی بیٹا ہو اور تھکا ہوا ہو، سر میں درد ہو تو کیا آپ چاہیں گے کہ وہ رات کو بھی اٹھ کر ابا کی ٹانگ دبائے یا آپ چاہیں گے کہ اس کے سر میں مالش کرو، اپنے نوکر سے کہیں گے کہ دیکھو ہمارا بیٹا آج تھکا ہوا ہے، ذرا اس کے سر پر بادام کا تیل لگاؤ، تاکہ اس کو خوب اچھی طرح نیند آئے۔پس بعضوں کا سونا دوسروں کی عبادت سے افضل ہوتا ہے۔

تو یہ آج کا سبق ختم ہے، ان شاء اللہ یہ مزہ کل پھر چلے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کے قلب میں یہ علوم محفوظ فرمائے۔ایک تو خالی علم ہے، اور ایک علم کے ساتھ ساتھ کیفِ علم بھی ہے، کیفِ علم سب کو نہیں ملتا، خشک ملا خشک زاہد کو کیف علم نہیں ملتا، چنانچہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے میں نے بیت اللہ میں ایک دفعہ مثنوی کی شرح بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ تمہاری مثنوی کی شرح سے میرے سر میں جو درد تھا وہ سب چلا گیا، طبیعت منشرح ہوگئی، اور الٰہ آباد میں میں

نے تھوڑی سی روح المعانی کی تفسیر بیان کی تو حضرت نے فرمایا کہ روح المعانی دوسرے لوگ بھی بیان کرتے ہیں لیکن تم جب روح المعانی بیان کرتے ہو تو اس میں کچھ اور ہی مزہ آتا ہے، میں نے اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔ایک دفعہ ہردوئی میں مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کی موجودگی میں میرا بیان ہوا اور صدر مفتی دیوبند مفتی محمود حسن گنگوہی بھی موجود تھے اور مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، بڑے بڑے علماء آئے ہوئے تھے، حضرت ہردوئی نے فرمایا آج تم کو بیان کرنا ہے۔تو میں نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے سامنے بیان کرنے میں تو مجھے ڈر لگ رہا ہے، آپ جائیے کمرے میں آرام کیجیے کیونکہ مفتی صاحب کا اتنا زبردست حافظہ ہے کہ پوری بخاری شریف جیسے ان کو زبانی یاد ہے، میں نے کہا عبارت میں کہیں غلطی ہوجائے گی تو بلاوجہ بدنامی ہوگی۔تو حضرت نے فرمایا اچھا آپ مجھے اپنے بیان سے محروم کرنا چاہتے ہیں، میں ہرگز نہیں جاؤں گا، مجبوراً میں اللہ سے دعا کرکے بیٹھ گیا، جب میرا بیان ختم ہوا تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے، اور مجھ کو دیکھ کر سینے سے چمٹا لیا اور انہوں نے جو فرمایا کیا عرض کروں کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن بزرگوں کا حسنِ ظن ہے اس لیے عرض کررہا ہوں۔فرمایا کہ اختر کسی کو تو اللہ زبان دیتا ہے اور کسی کو دل تجھ کو اللہ نے دونوں عطا فرمائے ہیں، میں اپنے منہ سے تعریف سے پناہ چاہتا ہوں، لیکن کیا کروں اللہ تعالیٰ کے انعامات کو بھی نہ بیان کروں تو ناشکری معلوم ہوتی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ سے یہی عرض کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے نیک بندوں نے جو بشارت دی ہے اس کو آپ میری شامتِ اعمال سے نہ چھینیے، اس کو قائم رکھیے اور اس میں برکت ڈالیے۔اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرتا ہوں اور قلب میں سب سے اپنے آپ کو کمتر محسوس کرتا ہوں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے کم تر بلکہ کافروں سے اور جانوروں سے بھی کم تر سمجھ

کر میں نے اس کو پیش کیا کیونکہ جب تک خاتمہ ایمان پر نہ ہو جائے ہم کسی ایک کافر کو بھی اپنے آپ سے بدتر نہیں سمجھتے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے کو تمام مسلمانوں سے کمتر سمجھتا ہوں فی الحال یعنی اس وقت تمام مسلمانوں کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور ساری دنیا کے جانوروں کافروں سے خود کو کمتر سمجھتا ہوں فی المآل یعنی انجام کے اعتبار سے، کیونکہ پتہ نہیں خاتمہ کیسا ہوگا، اور فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت یہ غم رہتا ہے کہ اشرف علی کا پتہ نہیں قیامت کے دن کیا حال ہوگا، آہ! یہ غم مل جائے تو کیا کہنا۔

شیخ سے استفادہ بیان پر موقوف نہیں

دوسری بات یہ کہ بعض لوگ اہل اللہ یا اہل اللہ کے غلاموں کی صحبت کے لیے بیان کو ضروری سمجھتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بیان ہوگا یا نہیں۔ آہ نکل جاتی ہے کہ کیا ملاقات اور صحبت کے لیے بیان لازم ہے، کہیں صحبت کے معنی دکھلا دو کہ صحبت کے لیے بیان لازم ہے۔ اگر ایک شخص حالتِ ایمان میں نبی کو دیکھ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ بولیں تو صحابی ہوا یا نہیں؟ تو صحبت کے لیے بولنا ضروری نہیں، خاموشی سے بھی فائدہ ہوتا ہے، لیکن یہ پوچھنا کہ آج بیان ہوگا یا نہیں، معلوم ہوا لذتِ دیدار و لذتِ ملاقات سے یہ ظالم نا آشنا ہے، بولو بھائی کیا خالی ملاقات نعمت نہیں؟ آپ بتلائیے، یہ عاشقِ بیان ہے عاشق تقریر ہے یہ ظالم، عاشق مقرر ہوتا تو یہ نہ پوچھتا بلکہ کہتا کہ بھئی ملاقات ہو جائے گی یا نہیں بس ملاقات ہو جائے یہی کافی ہے۔

شیخ سے والہانہ تعلق کی مثال

میں اپنے شیخ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت آٹھ آٹھ گھنٹے عبادت کرتے

تھے، تین بجے رات کو اٹھتے گیارہ بجے دن تک عبادت میں مشغول رہتے، دس دس پارے تلاوت کرتے تھے، مناجاتِ مقبول زبانی یاد تھی اور اس کی ساتوں منزل روزانہ پڑھتے تھے،قصیدہ بردہ زبانی یاد تھی، بارہ تسبیح اور تہجد کی ہر دو رکعت کے بعد سجدہ میں روتے تھے، یہ سب پندرہ سال تک میری آنکھوں کا دیکھا ہوا ہے، لیکن میں کبھی حضرت سے غائب نہیں ہوا، الحمدللہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت فارغ ہوئے ہوں اور مجھے نہ پایا ہو، میں حضرت کی جوتیاں لیے ایک جگہ بیٹھا رہتا، ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ حضرت کی نظر مجھ پر نہ پڑے، تاکہ ان کو احساس نہ ہو کہ میرے رازِ خلوت سے کوئی واقف ہو رہا ہے، تاکہ آزادی سے میرا شیخ اپنے اللہ کو خوب یاد کرے، کیونکہ دیکھنے سے عبادت مشکل ہوجاتی ہے، اس لیے کونے میں بیٹھتا تھا جب حضرت اٹھتے اور مسجد سے باہر آتے تو حضرت کے پاؤں میں جوتا پہنا دیتا۔ کبھی حضرت بارہ بجے رات تک جلسہ میں جاگے اس کے بعد تین گھنٹہ سوئے پھر اٹھ گئے اور میں حضرت کے پاؤں دباتا رہا، جوانی میں ایک گھنٹہ سونے کو ملا، ایک دن حضرت نے فرمایا کہ حکیم اختر میرے ساتھ اس طرح رہتا ہے جیسے دودھ پیتا بچہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے پھرتا ہے۔

ایک واقعہ یاد آیا۔ حضرت کی مسجد اور خانقاہ سے ذرا فاصلے پر ایک چھوٹا سا تالاب تھا، اس میں ہم لوگ کپڑے دھوتے تھے، میں حضرت کے کپڑے دھو رہا تھا کہ حضرت نے آواز دی حکیم اختر دل میں ایک علم عظیم وارد ہوا ہے جلدی نوٹ کرو، میں نے کہا حضرت میں حاضر ہوا اور جلدی سے اٹھ کر آیا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا ہے بہت محبت کرنے والا ہے لیکن غفور کو مقدم کیوں کیا؟ اپنے بندوں کو بتادیا کہ جانتے ہو تم کو ہم جلدی کیوں بخش دیتے ہیں؟ مارے محبت کے، غلبۂ محبت کی وجہ سے جس کو حضرت نے پوربی زبان میں فرمایا ہم تم کو جلدی بخش دیتے ہیں،

جلدی معاف کردیتے ہیں مارے مَیَا کے۔ ہندوستان میں مَیَا کہتے ہیں محبت کو۔ مارے مَیَا کے، آہ کیا لفظ ہے، وجد آگیا، تو اس طریقے سے میں حضرت کے علوم نوٹ کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے دوست احباب دیے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ دیکھو میر صاحب رات دن ساتھ میں ہیں، یہ اسٹیل مل میں آفیسر تھے، پرچیز آفیسر جہاں بڑی بالائی آمدنی ہوتی ہے یعنی حرام کی آمدنی کا امکان ہوتا ہے لیکن انہوں نے کبھی رشوت نہیں لی اور سفر میں حضر میں میرے ساتھ رہنے کے لیے نوکری بھی چھوڑ دی۔

مجالسِ اہل اللہ کی اہمیت

یہ مجلس جو میں نے آپ کے ساتھ اس وقت کی ہے پوری امت کے اولیاء اللہ کا اجماع ہے کہ ان مجالس سے ہی دین پھیلا ہے۔ یہ مجلس ان مجالس کی نقل ہے۔ اب حقیقت کہاں سے لاؤ گے، اب نقل ہی کو غنیمت سمجھو ورنہ لو وہ بھی کہاں ملے گی، اب اولیاء سابقین کہاں ملیں گے، جو موجود ہیں ان کو غنیمت سمجھ لو، میرے شیخ فرماتے تھے گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است گندم اگر نہ ملے تو بھوسی کی روٹی کھالو لیکن شیخ اپنے کو ایسا سمجھے طالبین نہ سمجھیں کہ میرا شیخ بھوسی ہے ورنہ مرید پھُوسی ہوجائے گا، پھُوسی کہتے ہیں بلی کو یعنی شیخ کو حقیر سمجھنے والا محروم ہوجائے گا۔ حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ شیخ تو یہی سمجھے کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر مریدین سمجھیں کہ روئے زمین پر میرے لیے ان سے بہتر کوئی مربی نہیں۔ یہ عقیدہ لازم ہے ورنہ فائدہ نہیں ہوگا، اور مولانا گنگوہی نے اس کو سکھادیا۔ مولانا گنگوہی فرماتے ہیں کہ اگر ایک مجلس ہو اور اس میں ہمارے پیر حاجی امداد اللہ صاحب تشریف فرما ہوں اور اسی مجلس میں امام غزالی، جنید بغدادی، بابا فرید الدین عطار، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم ہوں تو میں کسی کی طرف رخ نہیں کروں گا،

اپنے حاجی صاحب کو دیکھتا رہوں گا، مرید کو یہ محبت ہونی چاہیے، آج کل تو ایسا ہے کہ اولیاء اللہ تو درکنار دنیا دار کو دیکھ کر شیخ کو بھول جاتے ہیں۔ ایک صاحب اپنے شیخ سے ملنے آئے تھے۔ اتنے میں ایک نواب صاحب آ گئے تو شیخ صاحب کو بھول گئے بس نواب صاحب سے باتیں کر رہے ہیں، شیخ صاحب ہنسے اور مجھ سے کہا اس مخلص کو دیکھا؟ آیا تھا ہم سے ملنے اور ایک نواب آ گیا تو اب نواب کی طرف منہ کیے ہوئے ہے ہماری طرف پیٹھ کیے ہوئے بیٹھا ہے۔ اگر شیخ سے صحیح عقیدت اور محبت ہے تو چاہے بادشاہ اور وزیر اعظم بھی آ جائے تو اس کو خاطر میں بھی نہیں لائے گا کہ ہمارا بادشاہ تو ہمارا شیخ ہے۔ اللہ کا شکر ہے جب میرے شیخ پاکستان آتے ہیں تو میں اعلان کر دیتا ہوں کہ میرا بادشاہ میرا وزیر اعظم آ رہا ہے، سب کام بند کر دو اور شیخ کے استقبال اور خدمت کی فکر کرو۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ اللہ کا راستہ بہت مشکل ہے مگر اے حکیم اختر سن لے کہ اگر سچا اللہ والا شیخ مل جائے تو اللہ کا راستہ صرف آسان نہیں ہوتا مزے دار ہو جاتا ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے فرمایا تھا کہ مولانا رومی کو شمس الدین تبریزی کی برکت سے ان کی محبت کے صدقے میں اتنا اونچا مقام نصیب ہوا کہ اگر وہ سینکڑوں سال تہجد پڑھتے تب بھی اس مقام پر نہ پہنچتے لہٰذا مولانا رومی کا عشق دیکھ لو، جہاں کہیں شیخ کا نام آتا ہے پورے صفحے کے صفحے شمس الدین تبریزی کی محبت میں کہہ جاتے ہیں۔ ایک ہی شعر کافی ہے ان کا ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

لوگ مجھ کو مُلّا مُلّا کہتے تھے، آج شمس الدین تبریزی کی برکت سے مولائے روم بنا ہوا ہوں۔ جب حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر قرآن شاہ ولی اللہ کے بیٹے، تفسیر موضح القرآن کے مصنف آٹھ گھنٹے عبادت کر کے مسجد فتح پوری سے

نکلے ایک کتے پر نظر پڑ گئی تو وہ کتا دلی میں جہاں جاتا تھا سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھتے تھے جبکہ کتوں کا مزاج یہ ہے کہ اپنی برادری سے ان کو مناسبت نہیں، جب کوئی کتا آجائے تو اس کو دوڑا لیتے ہیں بھونکتے ہوئے دور بھگا دیتے ہیں، لیکن وہ شیخ الکلاب بن گیا، جہاں جارہا ہے سارے کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ رہے ہیں تو حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ آہ جن کی نگاہوں سے جانور بھی محروم نہیں رہتے ان کی نگاہوں سے انسان کیسے محروم رہے گا۔

دیکھیے ابھی کھانا بھی نہیں کھانا لیکن اتنا مزہ آرہا ہے کہ میں کیا عرض کروں۔ آہ! سب کچھ بھول جاتا ہے اگر اللہ اپنی محبت کا صحیح مزہ دے دے تو پھر کچھ یاد نہیں رہتا، اسی لیے جنت میں جب اللہ تعالیٰ اپنے کو دِکھائیں گے، دیدار نصیب ہوگا تو کسی جنتی کو جنت یاد نہ رہے گی۔

کہاں خرد ہے کہاں ہے نظام کار اس کا
یہ پوچھتی ہے تری نرگس خمار آلود
وہ سامنے ہیں نظامِ حواس برہم ہے
نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

غنیمت سمجھ لو ان ملاقاتوں کو، بڑی مشکل سے آیا ہوں جبکہ امریکہ لے جانے کے لیے ایک آدمی کراچی آیا ہوا ہے۔ اب سفر کی تاب بھی نہیں کمزور بھی ہوگیا ہوں اس لیے مسجد نہیں جا پاتا، زیادہ سیڑھیوں پر چڑھنے سے دل پر اثر پڑ جاتا ہے اس لیے یہاں نماز پڑھ رہا ہوں اس لیے غنیمت سمجھ لو کہ اگلے سال آنا ہو یا نہ ہو۔

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
مبادا پھر یہ وقت آئے نہ آئے

بس اللہ تعالیٰ سے دعا کرلو جو حضرات تشریف لائے اختر کو اور میرے سارے احباب کو اور جو عورتیں آئیں، اللہ اپنے کرم سے سب کو ولی اللہ بنا دیں آمین کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم کی تعریف یہ ہے اے اللہ جو محدثین نے ہمیں بتائی کہ کریم وہ ہے جو نالائقوں پر مہربانی کردے، اور استعداد نہ دیکھے، اللہ! ہم سب نااہل ہیں لیکن اپنی نااہلیت کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے کریم ہونے کے صدقے میں درخواست کرتے ہیں کہ اولیاء صدیقین کی جو سب سے آخری سرحد ہے جہاں ان کی منتہا ہوتی ہے ہم سب کو ہماری اولاد کو ہمارے احباب کو ہمارے گھر والوں کو سب کو اے اللہ اس مقام تک پہنچادے۔ اور ان مجلسوں کو اور ری یونین کی میری حاضری کو قبول فرما اور میرے پاس جو لوگ تشریف لارہے ہیں اللہ ان کو بھی قبول فرما، اور ہم سب کو اپنی محبت کا وہ اونچا مقام دے یا اللہ جو تو اپنے اولیاء صدیقین کو نصیب فرماتا ہے اور جس کو جو روحانی بیماری ہے کسی کو بدنظری ہو کسی کو جھوٹ بولنے کی عادت ہو کسی کو غصہ کی بیماری ہو اللہ ہم سب کی تمام روحانی بیماریوں کو اور جسمانی بیماریوں کو شفائے عاجل کامل مستمر نصیب فرمائے اور سکونِ قلب عطا فرمائے۔ اے اللہ سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور سلامتی اعضاء اور سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے اُٹھا، اور یہ دعا ہمارے لیے اور ہمارے گھر والوں کے لیے اور سارے عالم کے مؤمنین اور مؤمنات مسلمین اور مسلمات کے لیے قبول فرما، آمین۔

❁❁❁